ایک عہد آفریں شخصیت

مولانا سید جعفر علی بستوی

(از مولانا عتیق الرحمٰن بستوی صاحب استاد مدرسہ امدادیہ مراد آباد)

(۳)

مولانا کے دو زریں اصول مدارس اسلامیہ کے لئے مالیات کی فراہمی کے سلسلے میں مولانا کے دو زریں اصول تھے۔ مدارس کے موجودہ حالات کو دیکھتے ہوئے ان کی افادیت بالکل واضح ہو چکی ہے۔

(۱) حلقوں کی تقسیم مولانا نے ہر مدرسہ کی فراہمی مالیہ کا ایک حلقہ مقرر کر دیا تھا۔ ایک حلقہ کے ذمہ دو یا چند مدارس کی مالیات کی فراہمی کا کام نہیں کیا۔ مثلاً موضع کربی (ضلع بستی) کے قریب آپ نے جو مدرسہ قائم کیا اس کے لئے مالیہ کی فراہمی کا کام ضلع بستی کے دو علاقوں مگھر، بانسی کے مسلمانوں کے ذمہ کیا اپنے ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں "اس مدرسہ کا بندوبست فقط اسی علاقہ میں کرنا ہے، مگھر اور بانسی کے لوگ کریں گے مدرسہ کے خدمت گذار ہیں، ان پر دوسرا بوجھ نہیں رکھ سکتا"

مدارس کے لئے حلقے تقسیم نہ ہونے کے نقصانات نگاہوں کے سامنے ہیں۔ آج کل تو ایسا ہو رہا ہے کہ ہر حلقہ میں بیسوں مدارس مالیہ کی فراہمی کے لئے جاتے ہیں۔ غریب عوام بیچارے کس کس کو دیں۔ سب کی بات رکھنے کے لئے تھوڑا بہت سب کو دیتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہر آبادی کے مصرف خیر و زکوٰۃ کی معتدبہ رقم سینکڑوں جگہ تقسیم ہو کر اپنی اہمیت کھو دیتی ہے۔ حالانکہ اگر وہ رقم تنہا ایک ادارہ کو مل جاتی تو اس کے اخراجات کے لئے کافی ہوتی اور انھیں دور دراز کا سفر کر کے قیمتی وقت اور خطیر رقم خرچ کرنے کی ضرورت نہ پڑتی۔

حلقوں کے تقسیم نہ ہونے کی وجہ سے چھوٹے چھوٹے مدارس کو بھی مالیہ فراہم کرنے کے لئے پورے ملک کا چکر لگانا پڑتا ہے۔ اور وہ لوگ مدارس کے لئے جو رقمیں جمع کرتے ہیں اس کا زیادہ حصہ سفر پر

خرچ ہوجاتا ہے۔ نیز نام نہاد شکم پرست علماء اور غیر علماء کو موقع ملتا ہے کہ وہ فرضی مدارس کی رسیدیں اور اشتہارات شائع کرکے یا معمولی مکاتب کو بڑے مدارس اور جامعات کے انداز میں پیش کرکے دور دراز کے علاقوں میں قوم کا مال جمع کریں اور اسے ہڑپ کرجائیں۔ قوم زکوٰۃ کی جو خطیر رقم مدارس کے نام پر دیتی ہے اس کا بہت معمولی حصہ اپنے مصرف میں خرچ ہو پاتا ہے۔ کاش مدارس کے ذمہ داران اس مسئلہ پر غور کریں۔ اس میں ان کے لئے عزت اور سکون و راحت ہے۔

(۲) مالیہ فراہم کرنے کی ذمہ داری۔ مولانا کا دوسرا اصول یہ تھا کہ مدارس کے علماء اور مدرسین چندہ کرنے اور مالیہ فراہم کرنے نہ جائیں بلکہ مدرسہ کے حلقہ کے مسلمان خود بخود مدرسہ کے لئے رقم اور غلہ وغیرہ فراہم کرکے مدرسوں میں پہنچایا کریں۔ عوام کے اندر ایسا دینی جذبہ پیدا کیا جائے کہ وہ دین کے راستہ میں خرچ کرنے کو اپنی سعادت اور کامیابی تصور کریں۔ مدارس اور اہل مدارس پر احسان نہ جتلائیں بلکہ انھیں کا احسان مانیں۔ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کا بھی یہی اصول تھا۔ مولانا سید جعفر علیؒ کے قائم کیے ہوئے مدارس عربیہ عرصۂ دراز تک اس پر عمل پیرا رہے۔ مولانا ہدایت علی صاحب مدظلہ العالی فرماتے ہیں کہ میرے ابتدائی دور میں مگہر اور رپالسی وغیرہ کے لوگ خود بخود روپیہ، غلہ وغیرہ جمع کرکے مدرسہ کو دے جاتے۔ لیکن علماء ہی کے طرزِ عمل کی بدولت عوام کا مزاج بالکل بدل بلکہ بگڑ چکا ہے۔ موجودہ حالات میں اس اصول کا جاری ہونا بہت دشوار ہے۔ ہاں اگر کافی دنوں تک خلوص، توجہ، لگن کے ساتھ عوام کی ذہن سازی کی جائے تو یہ اصول رائج ہوسکتا ہے۔

مولانا کے قائم کردہ مدارس۔ مولانا کے قائم کیے ہوئے مدارس کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ اکثر و بیشتر مدارس حوادثِ زمانہ اور ہماری غفلتوں کی نذر ہوچکے۔ چند وہ مدارس جو اب تک کسی نہ کسی حالت میں باقی ہیں اور ہمیں ان کا علم ہوا ہے یہ ہیں:—

(۱) مدرسہ جعفریہ ہدایت المسلمین	کرہی	ضلع بستی	(یوپی)
(۲) مدرسہ عربیہ	یوسف پور	″	″
(۳) مدرسہ عربیہ	سمرا	ضلع چمپارن	(بہار)

(۴) مدرسہ عربیہ   سمرا   ضلع سیوان (بہار)

(۵) " "   مادھوپور   " " "

مدرسہ جعفریہ ہدایت المسلمین کرہی کا تذکرہ جناب غلام رسول مہر نے جماعت مجاہدین میں کیا ہے [1] یہ مدرسہ تقریباً ڈیڑھ صدی سے دیار پورب میں اپنی کرنیں پھیلا رہا ہے۔ مولانا ہدایت علی صاحب (خلیفہ شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی رح) کے دور نظامت نے اس کو نشاۃ ثانیہ بخشی۔ اب مولانا مدظلہ العالی بالکل معذور ہو چکے ہیں مدرسہ اپنی ترقیات کے لئے کسی مخلص بزرگ و عالم کا منتظر ہے

اصلاحی و تبلیغی سرگرمیاں مولانا سید جعفر علی رح نے جہاد سے واپسی کے بعد اصلاح و تبلیغ کا کام اعلیٰ پیمانہ پر کیا، مسلمانوں کے اندر فسق و فجور پھیل رہا تھا۔ پوری قوم بدعات و رسوم میں ڈوبی ہوئی تھی۔ قوم کی اس بگڑتی ہوئی حالت کو دیکھ کر مولانا نے اپنی پوری توانائی اصلاح و تبلیغ پر لگادی۔ صاحب نزہتہ الخواطر آپ کی خدمات کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں

وھدی اللہ بہ اناسا کانوا کالانعام بل ھم اضل وجددوا ایمانھم باللہ سبحانہ ووفقھم اللہ بالصیام والقیام والزمھم کلمۃ التقوی [2]	اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعہ ایسے لوگوں کو ہدایت دی جو چوپایوں کی طرح تھے بلکہ ان سے زیادہ گم کردہ راہ تھے۔ ان لوگوں نے ایمان باللہ کی تجدید کی۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں روزہ نماز کی توفیق دی اور انھیں متقی و پرہیزگار بنادیا۔

مولانا سید محمد مرتضیٰ صاحب وصایا کی تمہید میں لکھتے ہیں "سید صاحب رح احیاء سنت کے لئے پیدا ہوئے تھے، بحیثیت خلیفہ آپ بھی تمام عمر نہایت شدت سے اس کے پابند رہے۔ اور ساری عمر تبلیغ اسلام میں گذاری۔ چنانچہ لاتعداد آدمی آپ کے دست مبارک پر مشرف باسلام ہوگئے" [3]

مولانا مرحوم امر بالمعروف نہی عن المنکر کو اپنا اہم فریضہ سمجھتے تھے۔ اس بارے میں وہ کسی مداہنت اور رعایت کے قائل نہیں تھے۔ جس مقام پر امر بالمعروف نہی عن المنکر ان کے مفاد کے سراسر خلاف ہوتا وہاں بھی وہ برملا حق بات کہتے۔ منکرات پر نکیر کرتے۔ مولانا غلام رسول مہر جماعت مجاہدین میں لکھتے ہیں۔

---

[1] جماعت مجاہدین صفحہ ۲۶۳   [2] نزہتہ الخواطر صفحہ ۱۱۹ جلد ۷   [3] وصایا صفحہ ۳

"انبالہ میں سید جعفر علی صاحب نے وہاں کے ایک رئیس شمس الدین سے ملاقات کی تاکہ محفوظات کے بندوبست میں مدد مل سکے۔ مولوی صاحب نے انگرئی دگلا اور سبز دستار پہن رکھی تھی۔ کمر میں تلوار لٹک رہی تھی۔ شمس الدین شطرنج کھیل رہا تھا۔ مولوی صاحب کی ظاہری وضع دیکھ کر سمجھا کہ کوئی ان پڑھ آدمی ہے۔ مولوی صاحب نے کہا شطرنج جائز نہیں۔ شمس الدین نے جواب دیا امام شافعی کے نزدیک جائز ہے۔

مولوی صاحب:۔ چاروں ائمہ کے نزدیک ناجائز ہے۔ امام شافعی نے پہلے جواز کا فتویٰ دیا تھا پھر اس سے رجوع کیا۔

شمس الدین:۔ تم حنفی ہو یا شافعی

مولوی صاحب:۔ آپ کو اس سے کیا غرض؟ مسئلے کی صحیح صورت میں نے عرض کر دی

شمس الدین:۔ میرے مکان سے نکل جاؤ

مولوی صاحب:۔ بہتر ہے، میں نے تو خیر خواہی سے ایک شرعی بات بتائی تھی۔

غرض مولوی صاحب لوٹ گئے۔ دوسرے روز مسجد میں دوبارہ ملاقات ہوئی اور شمس الدین مولوی صاحب کے ایک ساتھی منصور خاں کی طرف متوجہ ہوا جو بہت وجیہ تھا۔ اس نے کہا کہ مولوی صاحب سے بات کیجئے۔ اس وقت شمس الدین نے اپنے سابقہ طرز عمل پر معذرت کی"[۱]

مولانا سید عبدالحئی صاحب اپنے سفرنامہ "ارمغانِ احباب" میں سید صاحبؒ کے بارے میں ذوالفقار علی دیوبندی کے الفاظ نقل کرتے ہیں "سید صاحب اس نواح (دیوبند سہارنپور) کے اکثر قصبہ جات میں تشریف لے گئے۔ وہاں اب تک خیر و برکت ہے۔ اور دو ایک گاؤں اور قصبے ایسے ہیں جہاں نہیں گئے وہاں اب تک وہی نحوست و شامت باقی ہے۔۔۔ گویا کہ ایک نور مستطیل ہے کہ جدھر جدھر وہ گئے ادھر ادھر وہ پھیل گیا۔"[۲]

کم و بیش یہی بات مولانا سید جعفر علیؒ کے بارے میں بھی صادق آتی ہے۔ جو علاقے مولانا کے خصوصی جولان گاہ تھے وہاں اب بھی رسوم و بدعات بہت کم ہیں۔ جس طرف مولانا گذر گئے ایمان کی بہار آگئی

۱؎ جماعت مجاہدین صفحہ ۲۰۱	۲؎ مشکوٰۃ صفحہ ۱۵۲ بہ روایت مسلم شریف

اگ رسم ورواج، فسق وفجور ترک کرکے مذہبی رنگ میں رنگ گئے۔
جہاد سے واپسی کے بعد موصوف کا بیشتر وقت اصلاحی تبلیغی دوروں میں گزرا۔ سفر کے اس پُرمشقت اور بے وسائل دَور میں بھی سینکڑوں میل کے علاقے میں دورہ فرماتے۔ یہ علاقہ ہمالیکی ترائیوں گونڈہ سے لے کر چمپارن تک چلا گیا ہے۔ نیپال کا ترائی والا علاقہ بھی اس میں شامل ہے۔
مولانا مرحوم کی زیارت کرنے والوں میں اب شاید ہی کوئی زندہ ہو، لیکن ان کی اصلاحی سرگرمیوں کے تذکرے بعض خاندانوں میں اب بھی سُننے میں آتے ہیں۔ مولانا معین الدین صاحب گونڈوی (مدرسہ امدادیہ مراد آباد) کی زبانی اس سلسلے کے دو واقعات سننے میں آئے۔
(۱) مولانا بیان کرتے ہیں کہ ہمارے گاؤں سے تقریباً ڈیڑھ میل کے فاصلہ پر ایک گاؤں ہے۔ اس گاؤں میں مولانا جعفر علیؒ کا گزر ہوا۔ وہاں کے ایک باشندہ میاں محمد اسمٰعیل صاحب کے مکان پر مولانا چند منٹ کے لئے ٹھہرے۔ اب تک اس گھرانے میں دینداری اور پرہیز گاری ہے۔
(۲) مولانا بیان کرتے ہیں کہ میرے پھوپھا جن کا اسّی سال کی عمر میں انتقال ہوا۔ وہ اپنے دادا کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ہمارے دادا دو بھائی تھے۔ دونوں بھائی سودی کاروبار کرتے تھے ایک بار مولانا سید جعفر علی اُن کے مکان پر تشریف لائے۔ بڑے بھائی کو بلا کر سمجھایا کہ سود اسلام میں حرام، ناجائز ہے۔ لہٰذا سودی کاروبار چھوڑ دیجئے۔ انھوں نے جواب دیا: مولانا آپ ہمیں روزہ نماز اور دوسری عبادتیں سکھائیے۔ ہمارے معاملات میں نہ پڑیے۔ مولانا نے چھوٹے بھائی کو بلا کر سمجھایا ان کی سمجھ میں بات آگئی۔ انھوں نے کہا: مولانا آپ صرف سود کے لئے کہہ رہے ہیں میں نے سود چھوڑ دیا۔ اور اصل رقمیں بھی معاف کردیں۔ مولانا نے فوراً ہاتھ اٹھا کر ان کے مال و دولت میں اضافہ کے لئے دعا کی۔ مولانا مرحوم کی دعا کے اثر سے اب تک اس گھرانے میں دینداری اور رزق میں فراخی ہے۔
ایک مصلح و مبلغ کے لئے اگر ایک طرف دینی مسائل سے واقفیت ضروری ہے تو دوسری طرف حکمت و فراست، مخاطبین کے حالات اور ان کی نفسیات سے واقفیت بھی بے انتہا ضروری

ہے تو دوسری طرف حکمت و فراست، مخاطبین کے حالات اور ان کی نفسیات سے واقفیت بھی بے انتہا ضروری ہے۔ مخاطبین کے حالات و نفسیات کی پرواہ کئے بغیر مسائل و احکام کا بیان بسا اوقات اصلاح کے بجائے فتنہ و فساد کا باعث بنتا ہے۔ مولانا جعفر علیؒ کو اللہ تعالیٰ نے علم کے ساتھ حکمت و فراست سے بھی بہرہ مند کیا تھا۔ اصلاح و تبلیغ کے بارے میں وہ خداداد حکمت و دانائی سے کام لیتے تھے۔ بطور نمونہ ایک واقعہ درج کیا جاتا ہے۔

ہمارے گاؤں کے ایک معمر آدمی چودھری محمد سلیم صاحب میاں جی نور محمد صاحب (مرید مولانا جعفر علی) کے واسطے سے یہ واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ہمارے علاقہ میں مولانا پہلی بار تشریف لائے۔ اس وقت عورتوں میں کثرت سے دو خرابیاں تھیں (۱) عورتیں نماز نہیں پڑھتی تھیں (۲) ہندو عورتوں کی طرح سر اور پیشانی پر سیندور اور ٹکلی لگاتی تھیں۔ مولانا نے فرمایا :۔ سیندور اور ٹکلی لگا سکتی ہو لیکن پانچوں وقت نماز پابندی سے پڑھا کرو۔ ایک مرید نے سوال کیا حضرت آپ نے سیندور اور ٹکلی کی کیسے اجازت دیدی یہ تو محض ہندوانہ رسمیں ہیں۔ مولانا نے جواب دیا۔ نماز کی پابندی کرنے سے یہ عادت خود بخود چھوٹ جائے گی، کسے اتنی فرصت ہے کہ پانچوں وقت وضو کرنے کے بعد بناؤ سنگار کرے۔ سیندور ٹکلی لگائے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ نماز کی عادت پڑنے کے بعد سیندور ٹکلی کی عادت خود بخود ختم ہوگئی۔

جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں مولانا کا حصہ

۱۸۵۷ء میں انگریزوں کے جور و استبداد سے رہائی حاصل کرنے کے لئے مسلمانوں نے ایک کروٹ لی۔ انھوں نے اپنی رہی سہی طاقت اور توانائی خرچ کرکے آزادی کا علم بلند کیا۔ لیکن بعض داخلی اور خارجی اسباب کی بنا پر انھیں ناکامی ہوئی اور مسلمانوں کو دار و رسن قید و بند کے مراحل سے گزرنا پڑا۔

اس جہاد حریت میں بھی مولانا نے بڑھ کر حصہ لیا۔ انھوں نے اس علاقے میں حریت کا جھنڈا لہرایا اور مجاہدین کا پورا ساتھ دیا۔ آخر کار مغلوب ہوئے۔ جب انگریزوں نے حالات پر قابو پایا تو مولانا کے وطن مجوا میر کا گھر اؤ کر لیا۔ لیکن موصوف اور ان کے متعلقین اس سے پہلے ہی روپوش

ہو گئے تھے۔ مولانا ان ایام میں نیپال کے علاقہ میں اپنے مریدین و معتقدین کے یہاں قیام پذیر تھے۔ انگریزوں نے مولانا اور ان کے اعزاء کے مکانات وغیرہ لوٹے اور ہر طرح کا جانی و مالی نقصان پہنچایا۔ اس خاندان میں مدتوں سے جو بڑی بڑی جاگیریں اور جائدادیں چلی آرہی تھیں انھیں ضبط کرلیا۔ ملکہ وکٹوریہ کی طرف سے عام معافی کا اعلان ہونے کے بعد موصوف اور ان کے اعزا اپنے وطن واپس آئے۔

متعدد ذرائع سے یہ بات معلوم ہوئی کہ مولانا جعفر علیؒ کو انگریزوں سے بے انتہا نفرت تھی آپ ان کی صورت دیکھنا پسند نہیں کرتے تھے۔ ہمارے گاؤں کے ایک سن رسیدہ آدمی چودھری محمد سلیم صاحب میاں جی نور محمد صاحب کے واسطہ سے (جو مولانا سید جعفر علیؒ کے خاص مرید تھے) یہ واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ایک بار مولانا سید جعفر علیؒ کو کسی مقدمہ کے سلسلے میں عدالت جانے کا اتفاق ہوا۔ حاکم ایک انگریز تھا۔ مولانا چہرے پر کپڑا ڈال کر عدالت میں تشریف لے گئے تاکہ انگریز حاکم پر نگاہ نہ پڑے۔ مولانا سید محمد مرتضیٰ صاحب (ناظم کتب خانہ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ) اور مولانا ڈاکٹر سید محمد اجتباء ندوی (صدر شعبہ عربی جامعہ ملیہ دہلی) نے بھی اپنی خاندانی روایتوں سے یہ قصہ بیان کیا۔

مولانا سید جعفر علیؒ اور سید احمد شہید کے دوسرے خلفاء و مریدین کے حالات میں انگریزوں سے دشمنی اور نفرت کے جو واقعات ملتے ہیں ان سے یہ بات طے ہو جاتی ہے کہ سید صاحب کی تحریک جہاد صرف سکھوں کے خلاف نہیں تھی بلکہ انگریزوں کے خلاف بھی تھی۔ آپ کا مقصد یہ تھا کہ غیر اسلامی حکومتوں کو ختم کرکے ہندوستان میں از سر نو اسلام کا پھریرا لہرایا جائے۔ لیکن جغرافیائی حالات اور بعض اسباب کی بنا پر علاقہ سرحد کی طرف ہجرت کے بعد سکھوں کے خلاف فوج کشی کرکے آپ نے اس کام کا آغاز کیا۔ تحریک کے اسباب و مقاصد، سید صاحب کے خلفاء و مریدین کی بعد کی سرگرمیاں سب اس بات کے حق میں ہیں کہ سکھوں کے ظلم و تعدی کو ختم کرنے کے بعد آپ کا پروگرام ہندوستان کی مکمل آزادی اور ہندوستان میں نظامِ اسلامی کا اجراء تھا۔ لیکن بالاکوٹ کے میدان میں اس جماعت قدسی کے اکثر افراد نے شربتِ شہادت نوش کیا۔

علم و فضل مولانا جعفر علیؒ صاحب مجاہد اور پیر طریقت ہی نہیں تھے بلکہ ایک ممتاز عالم دین بھی تھے۔ علوم عقلیہ و نقلیہ میں پوری مہارت حاصل تھی۔ حنفی المسلک اور محقق فی التقلید تھے۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی۔ شاہ اسماعیل شہید رحمہم اللہ کی طرح قرآن و سنت کی کسوٹی پر پرکھنے کے بعد فقہ حنفی کو اختیار کیا تھا۔ مزاج میں توسع تھا۔ ائمہ اربعہ کے مذاہب اور ان کے دلائل پر بڑی اچھی نظر تھی۔ افسوس کہ چند مکاتیب اور فتووں کے سوا آپ کے سارے علمی تبرکات ضائع ہو گئے۔ آپ کی اصلاح و تبلیغ کی جولان گاہ یوپی و بہار کے وہ اضلاع تھے جو کافی عرصہ تک علم و تحقیق کے ذوق سے ناآشنا رہے۔ مریدین کو آپ کے مآثر علمیہ کی حفاظت و نگہداشت کی بہت کم توفیق ملی۔ بعض حضرات نے یہ کام لیا تو بعد کی نسلوں میں ان ذخائر علمیہ کا کوئی صحیح امین نہ مل سکا۔ زمانہ کی دست برد سے جو آثار محفوظ رہ گئے ان سے موصوف کے علم و فضل کا اندازہ ہوتا ہے۔

وفات سے چند روز قبل آپ نے اپنے ورثاء اور مریدین کے لئے چھ وصیتیں تحریر کیں۔ وصایا اگرچہ علمی تحقیق کا محل نہیں ہیں لیکن وصیت دوم میں مولانا نے جو باتیں تحریر کی ہیں اس کو ہم بعینہٖ نقل کرتے ہیں وصیت طویل ضرور ہے لیکن اس سے قارئین کو خاطر خواہ فائدہ ہوگا۔

ایصال ثواب کا طریقہ جو مسلمان دنیا سے رخصت ہو کر آخرت کو روانہ ہو، اس کا حق اولاد و اقربا شاگردوں، مریدوں وغیرہ مومنین پر اول یہ ہے کہ بعد مرنے کے غسل و کفن دے کر نماز جنازہ پڑھ کر دفن کر دیں اس کے بعد جب یاد کریں تو صدقہ خیرات کا ثواب پہنچا دیں۔ انبیاء و اہل بیت کے لئے دعا صلوٰۃ و سلام ہے اور اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے رضی اللہ عنہم کہنا۔ اور بعد صحابہ کے جمیع مومنین کے لئے رحمت و مغفرت یعنی رحمۃ اللہ و غفر اللہ کہنا۔ جیسا کہ زیارت قبر کے باب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے وھو ھذا۔ السلام علیکم دار قوم مومنین وانا ان شاء اللہ بکم لاحقون، نسال اللہ لنا ولکم العافیۃ یغفر اللہ المتقدمین منا والمتاخرین [1] اور صدقہ و خیرات کا جو طریقہ شریعت سے ثابت ہے وہ یہ ہے کہ جس جگہ حاجت ہو کنواں کھدوا دے

---

[1] مشکوٰۃ شریف ص ۱۵۴ بروایت مسلم شریف۔

اور جہاں مسجد کی ضرورت ہو وہاں مسجد بنوا دے اور قربانی کے دنوں میں مردوں کی طرف سے قربانی کرے اور ننگے اور بھوکے کو کپڑا اور کھانا دیوے، مگر خدا کے واسطے

نذر و نیاز کا حکم | اگر یہی سب کام اولیاء و صالحین کے نذر و نیاز کر کے دے گا تو شرک ہو جائیگا جس پر اللہ تعالیٰ نے سورہ انعام میں الزام دیا ہے۔ وَجَعَلُوا لِلَّهِ مِمَّا ذَرَأَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْأَنْعَامِ نَصِيبًا فَقَالُوا هَٰذَا لِلَّهِ بِزَعْمِهِمْ وَهَٰذَا لِشُرَكَائِنَا[1] (ترجمہ) یعنی ٹھہراتے ہیں اللہ کا اس کی پیدا کی ہوئی کھیتی اور مواشی میں ایک حصہ۔ اور کہتے ہیں یہ حصہ اللہ کا ہے اپنے خیال میں اور یہ ہمارے شریکوں کا، اس لئے کہ شرک اسی کو کہتے ہیں کہ جو عبادت خدا کے واسطے کرے وہی کسی دوسرے کے لئے بھی کرے اور نذر بھی عبادت ہے لہٰذا اس خدا کے واسطے چاہئیے۔ موضح القرآن میں اسی آیت کے بیان میں ہے (اور نذر سوائے خدا کے دوسرے کی باطل ہے اگرچہ پیغمبر ہو یا ولی جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری اور درمختار میں ہے۔ اور حدیث قدسی[2] میں آیا ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں بڑا غنی ہوں شریکوں سے۔ جو کوئی کچھ عبادت میرے واسطے کرے اور وہی عبادت میرے بندوں کے واسطے بھی کرے تو میں قبول نہیں کرتا۔ پر اگر کوئی خالص اللہ کے واسطے مال خرچ کرکے بزرگوں کے ثواب دینے کی نیت کرے تو درست ہے۔

ایک غلط عقیدہ | اور جو لوگ دنیا سے گذر گئے ان کو دنیا کی کسی چیز سے کچھ نفع نہیں ہوتا، جیسا کہ نادان لوگ گمان کرتے ہیں کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کربلا میں پیاسے شہید ہوئے، ان کے واسطے شربت چاہیئے تاکہ پیاس بجھے۔ اور خواجہ اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ کا حلوہ بھی چاہئیے کہ ان کے دانت نہیں تھے یہ وہم ہے۔ ان کو کچھ نہیں پہنچتا، ان چیزوں کے بدلے ثواب البتہ ملتا ہے۔ اور ثواب اللہ ہی پہنچاوے تب پہنچے، جب اسی کے نام پر دیا جائے جن کو دینے کے لئے اللہ نے فرمایا ہے اور جن کے دینے سے وہ خوش ہوتا ہے یعنی فقراء، مساکین، بیکس اور اپاہج، ننگے بھوکے، مسافر غریب الوطن۔ اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات غنی ہے کسی چیز سے نہ اس کو نفع ہے نہ ضرر جیسا کہ سورہ حج میں فرماتے ہیں۔ لَن يَنَالَ اللَّهَ لُحُومُهَا وَلَا دِمَاؤُهَا وَلَٰكِن يَنَالُهُ التَّقْوَىٰ مِنكُمْ[3] یعنی خدا کو نہ قربانی کا گوشت پہنچے نہ خون لیکن تمہاری پرہیز گاری پہنچتی ہے

---

[1] سورہ انعام آیت نمبر ۱۳۶ [2] مشکوٰۃ ص ۴۵۵ بحوالہ مسلم شریف۔ [3] سورہ حج آیت ۳۷

ایک نکتہ | جیسا مال سے نفع میں فرق ہوتا ہے ویسا ہی ثواب میں بھی فرق ہوتا ہے جیسے کوئی شخص ایک پیسہ کسی بادشاہ کے بڑے خزانے میں دے اور پھر ایک پیسہ کسی محتاج اپاہج کو دے کہ جس کے پاس کوڑی بھی نہ ہو تو بادشاہ کو اتنا فائدہ نہ ہوگا جتنا اپاہج کو ہوگا۔ ایسا ہی فرق ثواب میں بھی سمجھا جائے۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ سلطان روم کا عمل روم میں بھی ہے اور مکہ معظمہ میں بھی اور ایک شخص روم میں رہتا ہے۔ اس کے دو بھائی مکہ معظمہ میں ہیں، ایک غنی لکھپتی ہے دوسرا محتاج اور اپاہج اور روم میں سونے کی اشرفی کا رواج ہے اور مکہ میں چاندی کے ریال و قرص۔ پھر وہ شخص چاہے کہ اپنے بھائیوں کو مکہ میں کچھ بھیجے تو صورت اس کی یہ ہے کہ اشرفیاں سلطان کے خزانے میں داخل کرے۔ بادشاہ اس کے عوض قرص و ریال اس کے بھائیوں کو پہنچا دے گا۔ مگر غنی کو اتنا فائدہ نہ ہوگا اور نہ اتنی خوشی ہوگی جتنا کہ اس محتاج کو فائدہ اور خوشی ہوگی۔

چند رسوم و بدعات | پھر جو لوگ مردہ کا سوم چہلم کرتے ہیں آپس کے بدلے سے یا عرس و گیارھویں توشہ دعا حاضری کرتے ہیں حاجت برآری کے لئے کہ نہ اس کا حکم خدا نے دیا اور نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ قاعدہ مقرر کیا تو بدعت سیئہ ٹھہرا۔ ثواب کا کام وہی ہے کہ جس میں نہ بدلے کا علاقہ ہو نہ حاجت دنیا کے واسطے اور نہ قید کسی کھانے کی اور نہ تاریخ و دن کی ہو۔ جیسا کہ حدیث شریف[1] میں آتا ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے چھینکنے کے بعد السلام علیکم کہا، حضرت نے فرمایا علیک وعلیٰ اُمک یعنی (تجھ پر تیری ماں پر) رسول اللہؐ کی مراد اس فرمانے سے یہ تھی کہ تیری ماں ایسی نادان تھی کہ جس نے تجھے اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کی جگہ سلام سکھلایا اور حمد کے ثواب سے محروم رکھا۔

اسی طرح جاہل لوگ سیوم چہلم گیارھویں عرس کرکے بدعت میں مبتلا ہو کر اپنے مردوں کو صدقات کے ثواب سے محروم رکھتے ہیں۔ بعض رسوم ہنود سے سیکھ کر کرتے ہیں وہ اور زیادہ خبیث ہیں۔ جیسے ہنود مرنی کرنی بھی کرتے ہیں۔ شریعت محمدی میں دو دعوت ہے۔ ولیمہ۔ عقیقہ۔ شادی نکاح و اولاد اور میت کے واسطے دعوت ثابت نہیں۔ اگر ہوتی تو سرور کائنات علیہ التحیۃ والسلام

---

[1] مشکوٰۃ طبع رشیدیہ دہلی صفحہ ۴۰۶ بحوالہ ترمذی و ابو داؤد۔

حضرت خدیجہ، حضرت حمزہ، حضرت جعفر طیار اور اپنی اولاد کے واسطے ضرور کرتے۔ اور صحابہ کرام اپنے اقرباء جو مرتے تھے ان کے لیئے کرتے۔ حضرت آدم علیہ السلام جد اعلیٰ ہیں سب انبیاء کے ان کا عرس کسی نے نہ کیا۔ اور نہ کسی نبی کا۔ چاروں خلفاء کا اور بارہ اماموں کا۔ معاذ اللہ اگلے پیشوا لوگ کیا اپنے بزرگوں کی حق تلفی کر گئے۔ اور اس وقت کے عرس کرنے والے بھی حضرت آدم اور کسی نبی و امام کا عرس ہرگز نہیں کرتے۔ اور پچھلے بزرگوں کا عرس جو کہ انبیاء کے سامنے غلامی کا رتبہ رکھتے ہیں فرض اور واجبات کے برابر جانتے ہیں کہ کسی سال ترک نہیں کرتے۔

شرعی ایصال ثواب اگر آدمی انصاف سے دیکھے تو جانے کہ آدمی نماز ادا کرنے میں اللہ کی خوشی رسول کے حق اور فرشتوں اور تمام مومنین کے حق سے ادا ہو جاتا ہے۔ التحیات سے اللہ تعالیٰ کا حق، اور اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ سے رسول کا حق، اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا سے آخر تک تمام اولیاء و انبیاء اور فرشتوں، تمام مومنین کا حق ادا ہو جاتا ہے۔ اس واسطے کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب مصلی کہتا ہے وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ تو اللہ کی رحمت تمام بندوں کو جو آسمان و زمین میں ہیں پہنچ جاتی ہے۔ اور یہی حال ہے دعا ماثورہ کا بعد درود کے پڑھنا یعنی اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ سے آخر تک۔ اب دیکھو شرعی قاعدہ کا فائدہ کہ آدمی بلا دام خرچ کئے سب کے حقوق سے ادا ہو جاتا ہے کہ غنی و فقیر سب کر سکتے ہیں۔ اور جس نے یہ قاعدہ چھوڑ کر نیا قاعدہ نکالا یا دوسرے کے نکالے ہوئے پر عمل کیا تو وہ بدعت میں مبتلا ہوا کہ اس پر چلنے سے محنت برباد گناہ لازم۔ اس قاعدہ میں کیا ایسی قباحت دیکھی کہ خدا کے واسطے بزرگوں کے ثواب پہنچنے کی نیت سے محتاجوں کو دینا موقوف کر کے توشہ و حاضری و صحنی و گیارھویں بزرگوں کے نام کرنے لگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بزرگ کون شخص ہوگا کہ جس کا فرمانا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت سے بڑھ جائے۔ اگر بزرگوں کا فرمان تلاش کریں تو جانیں کہ کسی بزرگ نے نہ اپنے واسطے صحنی کا حکم دیا اور نہ گیارھویں کا نہ توشہ کا۔ یہ سب پیرزادوں اور مجاوروں کی ایجاد ہیں۔ سب بزرگ اللہ کے نام مال خرچ کرنے کا حکم کر گئے اور اپنی کتابوں میں لکھ گئے ہیں۔

ایک مثال | ان لوگوں کی مثال ایسی ہے جیسے کسی امیر نے چاہا کہ ایک دیہاتی گنوار کو بادشاہ سے ملادے تو پہلے اس کو قاعدہ آداب تسلیمات دربارِ شاہی کے سکھلا کے لائقِ دربار کر کے بادشاہ کے سامنے لے گیا اور اشارہ کیا کہ آداب بجا لائے۔ وہ گنوار بادشاہ کی طرف پیٹھ کر کے اسی امیر کی تعظیم کرنے لگا۔ تو ایسا احمق گنوار بادشاہ کے دربار سے بھی مردود ہوگا اور اس امیر کے ہاں سے بھی نکالا جائے گا۔ یہی حال ہے اس زمانہ کے جاہلوں کے خیرات کرنے کا، جو بزرگوں کے نام عرس گیارھویں یا توشہ بے قاعدہ کرتے ہیں۔ اگر ان سے کوئی پوچھے کہ تم بڑے پیر کی گیارھویں تم ہمیشہ کرتے ہو کبھی رسولِ خدا کی بھی گیارھویں کیا ہے؟ یقین ہے سوائے نہیں کے ہاں نہیں کہیں گے۔

کھانے کے علاوہ اور چیزوں کا بھی ثواب مُردوں کو پہنچتا ہے۔ نقد ہو یا جنس، کپڑا ہو یا سواری جب محتاج کو دیا جائے۔ اور فاتحہ دلانے والے جو زمین لیپتے ہیں کھانا رکھنے کو یہی مشابہت ہنود کی ہے کہ چوکا دیا کرتے ہیں۔ اور جانور جیتا (زندہ) للہ دینا یا ذبح کر کے گوشت محتاجوں میں تقسیم کرنا یا پکا کے کھلا دینا سب درست ہے۔

غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا ہوا جانور | اور اگر جان کسی جانور کی کسی بزرگ کی تعظیم پر نکالی جائے تو مردار اور حرام، اور کرنے والا مرتد یعنی بد دین ہو جائے گا، جس کو اللہ تعالیٰ نے چار سورتوں میں حرام فرمایا ہے سورۂ بقرہ، سورۂ مائدہ، انعام، نحل وَمَا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ ؕ الآیۃ میں۔ تفسیر عزیزی وغیرہ میں ہے۔ یہ ایسا ہے کہ جیسے ہنود اپنے دیوتا کے نام پر بل دیتے ہیں، یہ سب مرداروں سے بھی بدتر ہیں جیسا کہ تفسیر عزیزی میں ہے۔ ایسا ہی توپ کا بکرا، نشان کے تلے کا بکرا، قبر یا اور کوئی دکان کی کی تعظیم پر جو ذبح ہو سوائے بیت اللہ کے اور منیٰ کے سب مردار ہے اور داخل ہے وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ میں یعنی وہ جانور جو کسی مکان کی تعظیم پر ذبح ہو، وہ مکان چبوترہ ہو یا قبر یا ہندوؤں کا تھان جس کو پوجتے ہیں نصب کر کے یعنی خدا اور نشان کر کے، جیسا کہ ابن عباسؓ وغیرہ نے تفسیر میں بیان کیا

سانڈ کا حکم | اور ایک قسم کا جانور ہے کہ ہندو اس کو داغ کے چھوڑ دیتے ہیں، اس کو سانڈ کہتے ہیں جیسے کفارِ عرب بعض جانور کا کان پھاڑ کر یا داغ کر کے کان پھاڑ چھوڑا کرتے تھے، جس کا ذکر سورۂ مائدہ

حاشیہ صفحہ ۱۰۲ پر ملاحظہ فرمائیے۔

میں ہے۔ اس کو کفار حرام جانتے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کے گمان کو رد فرمایا مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْ بَحِيْرَةٍ وَّلَا سَآئِبَةٍ وَّلَا وَصِيْلَةٍ[۱] الخ یعنی نہیں حرام ٹھہرایا خدا نے کان پھٹے اور سانڈ اور نند صیلہ اور حامی کو۔ اس کا بیان موضح القرآن اور مولانا رفیع الدین صاحب کے ترجمہ میں مفصل ہے۔ اس آیت کی تفسیر اور سورہ بقرہ کی آیت كُلُوْا مِمَّا فِي الْاَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ[۲] یعنی کھاؤ جو زمین میں ہے حلال طیب سے اور نہ چلو شیطان کے قدموں پر۔ تو بحیرا ور قسم کے جانور چھوڑنے سے حرام نہیں بلکہ ملک غیر ہے۔ اور سانڈ چھوڑنے والے بہنود ذبح کی اجازت نہیں دیتے اس واسطے حرام ہے۔ اور جو بعض کفار بھوانی کے نام کا مینڈھا یا بھینسا مقرر کر کے مالی کو دیتے ہیں اور اس کا جان اس نیت پر نہیں لگاتے تو مالی سے مول لے کر کھانا درست ہے۔ جیسا کہ کتاب زبدۃ النصائح میں اس کے حلال ہونے کا فتویٰ حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب شہید اور مولوی محمد معین رحمہم اللہ تعالیٰ کا اور اور دوسرے علماء کا باتفاق بیان کیا ہے اور فرق دونوں میں ظاہر ہے۔

مولانا محمد اسماعیل صاحب شہیدؒ اپنے فتویٰ میں کہتے ہیں کہ اگر جانور چھوڑنے والا ایسا دست بردار ہو جائے کہ جیسا انار کھانے والا اس کا چھلکا چھوڑ دیتا ہے تو ہر کسی کو اس کا کھانا حلال ہے۔ اور مسلمان لوگ اگر کفار کا ملک فتح کریں تو وہاں کے سانڈوں کو ذبح کر کے کھانا حلال طیب ہے۔ اور اگر ذبح کیا ہو اسلا نوں کا یا اہل کتاب کا پادریں کہ منت غیر خدا پر ذبح ہوا تھا وہ ان پر بھی حرام ہے۔ اگرچہ کھاتے وقت بسم اللہ پڑھ لیں۔ اور یہی مضمون ہے اشباہ و نظائر کا۔ درمختار، ہدایہ، عالمگیری کا۔ الغرض ثواب پہنچانا اس طرح پر ہے کہ صدقہ و خیرات کسی بزرگ کی طرف سے للہ محتاجوں کو دے۔ اپنے تئیں اس بزرگ کا نائب بنا دے اور کھانے پر سورۂ فاتحہ پڑھنا یا دوسری سورت یا درود یا بدون فاتحہ کیے اس کا کھانا درست نہ جانے اس کی شریعت میں کچھ اصل نہیں ہے۔ یہ سب بدعت ہے اور نادانی ہے[۳]

---

[۱] سورۂ مائدہ آیت ۱۰۳ سورۂ بقرہ ۱۷۳ سورۂ انعام آیت ۱۴۵ ۔ سورۂ نحل آیت ۱۱۵

[۲] سورۂ مائدہ آیت ۱۰۳ [۳] سورۂ بقرہ آیت ۱۶۸ [۴] ومیلیا صفحہ ۳۳ ۔